محمد عبدالرشید نعمانی

مہرِ رسالت طلوع سے پہلے

روحی فداہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت جس زمانے میں ہوئی حرم محترم اس وقت بت پرستی کا مرکزِ اعظم تھا ۔ خود خانہ کعبہ اور اس کے اطراف میں تین سو ساٹھ بت تھے اور قریش کا سب سے بڑا طغرائے امتیاز یہ تھا کہ وہ عرب کے اس مقدس صنم کدے کے پجاری اور متولی تھے ۔ با این ہمہ ۔

یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ بعثت سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراسمِ شرک سے بالکلیہ نفور تھے ۔ بچپن اور شباب دونوں زمانوں میں آپ کا دامنِ عبودیت کبھی غیر اللہ کے تعلق سے آلودہ نہیں ہوا ۔ قاضی عیاض جو بڑے پایہ کے محدث ہیں 'شفا' میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں :

لما نشأت بغضت الیّ الاوثان[1] ۔

(ترجمہ) میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے ، خود بخود بتوں سے نفرت مجھ میں پیدا کر دی گئی ۔

اور امام بیہقی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

فو الذی اکرم و انزل علیہ الکتاب ما استلم صنما قط حتی اکرمہ اللہ

۱- ص ۴۴ ، طبع بریلی ۔

تعالیٰ بالذی اکرمہ و انزل علیہ ۔[1]

(ترجمہ) قسم اس ذاتِ عالی کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکرّم فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی ، آپ نے نہ کبھی کسی بت کو بوسہ دیا ، نہ اس پر ہاتھ پھیرا ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور وحی نازل فرمائی ۔

ان ہی زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام بیہقی نے زمانۂ بعثت سے قبل کا ایک واقعہ یہ بھی نقل کیا ہے کہ مشرکین کا معمول تھا جب بیت اللہ کا طواف کرتے تو اساف و نائلہ کا استلام کرتے (یعنی بطور تبرّک حجرِ اسود کی طرح) ان پر ہاتھ پھیرتے اور بوسہ دیتے ۔ یہ تانبے کے بت تھے ۔ زید کا بیان ہے کہ ایک بار آنحضرت نے خانہ کعبہ کا طواف فرمایا ۔ میں بھی آپ کے ساتھ طواف کرنے لگا اور جب بت کے پاس سے گزرا تو میں نے اس کا استلام کیا ۔ آپ نے فرمایا اسے نہ چھوؤ ۔ زید کہتے ہیں پھر ہم طواف میں مصروف ہو گئے اور میں اپنے جی میں کہنے لگا اسے ضرور چھوؤں گا ، دیکھوں کیا ہوتا ہے ۔ چنانچہ میں نے پھر اس پر ہاتھ پھیرا اور آپ نے فرمایا کیوں تمھیں منع نہیں کیا گیا تھا ؟[2]

یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اور آپ نے بعثت سے پہلے انھیں آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا ۔

محدث ابو نعیم اور ابن عساکر حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا : کیا آپ نے کبھی کسی بت کے آگے سر جھکایا ؟ فرمایا کبھی نہیں ۔ پھر پوچھا گیا : کبھی شراب بھی استعمال کی ؟ فرمایا بالکل نہیں ۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا :

مازلت اعرف ان الذی ھم علیہ کفر و ما کنت ادری ما الکتاب

۱۔ البدایہ و النہایہ ، از حافظ کثیر ، ج ۲ ، ص ۲۸۸ ، طبع مصر ۔
۲۔ ایضاً ۔

ولا الایمان ۔[1]

(ترجمہ) میں مشرکین کے طریقے کو ہمیشہ سے کفر سمجھتا رہا ہوں حالانکہ اس وقت مجھے پتا بھی نہ تھا کہ کتاب اور شریعت کیا ہے ۔

مراسمِ جاہلیت اور لہو و لعب سے فطری اجتناب :

نہ صرف یہ کہ آپ کفر و شرک سے ہمیشہ بیزار رہے بلکہ حق تعالٰی نے اپنے حبیب صلوات اللہ و سلامہ علیہ کو جاہلیت کی ہر بری چیز سے بالکل محفوظ رکھا ۔ چنانچہ محدث بزاز نے بسندِ صحیح اپنی مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہ' سے روایت کی ہے :

ماهممت بشئی مما کان اهل الجاهلیۃ یعملون بہ غیر مرتین کل ذلک یحول اللہ بینی و بین ما ارید ثم ما هممت بعد ها بشئی حتی اکرمنی اللہ برسالتہ ۔[2]

(ترجمہ) جاہلیت کے لوگ جو کچھ کیا کرتے تھے میں نے اس قسم کی کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا ، ہاں دو دفعہ ایسا اتفاق پیش آیا ، سو دونوں دفعہ توفیقِ الٰہی میرے اور اس کام کے درمیان حائل ہوگئی ۔ پھر بعد کو تو کبھی اس قسم کا کوئی خیال پیدا نہیں ہؤا تا آنکہ حق تعالٰی شانہ نے مجھے اپنی رسالت سے سرفراز فرمایا ۔

یہ دو دفعہ جس چیز کا آپ نے ارادہ کیا اور توفیق الٰہی نے اس کے کرنے سے باز رکھا ، جاہلیت کی آخر کون سی چیز تھی ؟ وہ بھی سن لیجیے ؛ مستدرک حاکم میں اس کی تفصیل یوں ہے :

''اہلِ جاہلیت جو کچھ برائیاں کرتے تھے ، میں نے ان میں سے کبھی کسی برائی کا ارادہ نہیں کیا ۔ ہاں ساری عمر میں دو دفعہ البتہ ایسا اتفاق پیش آیا اور دونوں دفعہ اللہ تعالٰی نے مجھے بچا لیا ؛ ایک دفعہ تو یہ ہؤا کہ اپنے ساتھی ایک قریشی نوجوان سے ، جو مکہ کے بالائی مقام پر اپنے خاندان کی بکریاں چرایا کرتا تھا ، یہ کہہ کر روانہ ہوا کہ ذرا میری بکریوں پر نگاہ رکھنا ، میں بھی آج رات افسانہ گوئی کی مجلس میں

۱۔ زرقانی شرح مواہب ، ج ۶ ، ص ۲۷۹ ، طبع مصر ۔
۲۔ شرح شفا ، از ملا علی قاری ، ص ۲۲۹ ، ج ۳ ۔

شریک ہوں گا ، جس طرح سے کہ اور نو عمر شریک ہوتے ہیں ۔ پھر جب مکہ کی آبادی کے سب سے قریب مکان پر آیا تو دفعتہً گانے اور دف و مزامیر کی آواز کانوں میں آئی ۔ دریافت کرنے پر مجھے بتایا گیا کہ کسی کی شادی ہوئی ہے ۔ پھر اس گانے اور آواز سے غافل ہو کر کچھ اس طرح آنکھ لگ گئی کہ آفتاب کی تمازت ہی نے مجھے آ کر جگایا ۔ اپنے ساتھی کے پاس واپس ہوا تو وہ پوچھنے لگا کیا کیا ؟ میں نے سارا ماجرا سنایا ۔ دوسری شب کو پھر ارادہ کیا تو پھر یہی اتفاق پیش آیا اور واپسی پر ساتھی کے پوچھنے پر بھی کچھ نہ بتایا ۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بس ان دونوں دفعہ کے علاوہ قسم بخدا اہلِ جاہلیت جس قسم کی برائیوں میں مبتلا تھے ، مجھے ان کا خیال تک نہیں آیا ، تا آنکہ حق تعالیٰ نے اپنی نبوت سے مجھے مشرّف فرمایا ۔

یہ نوعمری کا واقعہ ہے جب آپ صحرائے مکہ میں شرفائے عرب کے دستور کے مطابق بکریاں چرایا کرتے تھے ۔ غرض چالیس سال کی طویل مدت میں کل دو دفعہ یہ ارادہ کیا اور دونوں دفعہ توفیق ربانی نے غیب سے دستگیری کی کہ پیغمبر خاتم کی شان نوعمری میں بھی ان لایعنی مشاغل سے بالاتر تھی ۔

قریش نے محض اپنی مشیخت جتانے کو یہ قاعدہ بھی مقرر کیا تھا کہ حج میں اور لوگ تو عرفات سے واپس ہوتے اور یہ مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے ۔ اسی طرح جو لوگ باہر سے آتے ان کے لیے ضروری تھا کہ یا تو وہ قریش کا لباس پہن کر خانۂ کعبہ کا طواف کریں ورنہ پھر برہنہ ہو کر طواف کرنا ہوگا ۔ چنانچہ دستور تھا کہ حج کے زمانے میں قریش کے مرد مردوں کو اور ان کی خواتین طواف کے لیے عورتوں کو کپڑے خیرات کیا کرتے اور جس کو قریش کی طرف سے کپڑے نہ ملتے وہ عریاں ہو کر طواف کرتا ۔ اس بنا پر طوافِ عریاں کا رواج عام تھا ۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کبھی قریش کا ساتھ نہ دیا ۔ آپ

خدا کی توفیق سے زمانۂ جاہلیت میں بھی عرفہ میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ جبیر بن مطعم نے جب آپ کو عرفہ میں دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ قریشی ہو کر یہاں کیسے آگئے۔ صحیح بخاری میں خود ان کی زبانی یہ روایت ہے کہ میرا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا۔ میں عرفہ کے دن اسے تلاش کرنے چلا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ عرفہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے کہا یہ تو خدا کی قسم قریشی ہیں، پھر ان کا یہاں کیا کام۔

بعض شارحینِ حدیث کا خیال ہے کہ یہ واقعہ بعدِ بعثت کا ہے۔ غالباً صحیحین کی مذکورہ بالا اجمالی روایت سے انھوں نے ایسا خیال قائم کیا ہے۔ تاہم صحیح ابن خزیمہ اور مسند اسحاق بن راھویہ میں حضرت جبیر کے صاحبزادے نافع کی زبانی جو روایت موجود ہے اس میں یہ اجمال بالکل صاف ہوگیا ہے، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

نافع عن ابیہ قال کانت قریش انما تدفع من المزدلفة و یقولون نحن الحمس فلا نخرج من الحرم و قد ترکوا الموقف بعرفة قال فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجاھلیة یقف مع الناس بعرفة علی جمل لہ ثم یصبح مع قومہ بالمزدلفة فیقف معھم و یدفع اذا دفعوا۔

(ترجمہ) یعنی قریش مزدلفہ سے ہی واپس ہو جاتے اور یہ کہتے کہ ہم تو حمس (یعنی اپنے نفسوں پر سختی کرنے والے لوگ) ہیں اس لیے حرم سے باہر نہیں جا سکتے۔ انھوں نے عرفات جانا یکسر چھوڑ دیا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے زمانۂ جاہلیت ہی میں دیکھا کہ آپ اپنے اونٹ پر عام لوگوں کے ساتھ عرفات میں وقوف فرماتے اور پھر صبح اپنی قوم یعنی قریش کے ساتھ مزدلفہ میں ہوتے اور وہاں وقوف کرتے۔ اور جب وہ لوٹتے تو ان ہی کے ساتھ آپ بھی لوٹ آتے۔

مسند اسحٰق بن راھویہ میں ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

فلما اسلمت علمت ان اللہ وفقہ لذلک ۔۱

(ترجمہ) جب میں مسلمان ہوا تب پتا چلا کہ آپ کا یہ عمل محض توفیقِ الٰہی کی بدولت تھا ۔

ظاہر ہے کہ اگر بعثت کے بعد کا یہ واقعہ ہوتا تو آنحضرت کے ساتھ اور قریشی صحابہ بھی ان کو عرفات میں نظر آتے ۔

محاسنِ اخلاق :

یہ قطعاً ثابت ہے کہ اللہ احسن الخالقین کے جود و کرم نے پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل خلقت و جوہر فطرت میں تمام اخلاق خوبیاں مکمل طور پر ودیعت فرما دی تھیں ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مجموعہٴ محاسن و خوبی ہونا ایسی آشکارا حقیقت ہے جس کا اعتراف آپ کے بڑے سے بڑے اور سخت سے سخت مخالف اور دشمنوں کو اس وقت بھی تھا جب کہ وہ آپ کے مقابلے پر جان و مال کی بازی لگا رہے تھے ۔ تاریخ اسلام میں ابو لہب ، ابو جہل ، امیہ بن خلف اور ابو سفیان (بحالتِ کفر) اور دیگر کفار قریش سے بڑھ کر آنحضرت کا اور کون دشمن گزرا ہے ۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسنِ اخلاق کا ان کے دلوں پر کتنا گہرا نقش تھا اور آپ کے کردار کی خوبی کے وہ کتنے معترف تھے ، اس کا اندازہ آپ ذیل کے واقعات سے لگا سکتے ہیں ۔

۱- جب آیہ کریمہ :

و انذر عشیرتک الاقربین

(ترجمہ) اپنے قریبی رشتہ داروں کو خدا سے ڈراؤ ؛

نازل ہوتی ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ علی الاعلان فریضہ تبلیغ ادا کیا جائے تو آنحضرت کوہ صفا پر چڑھ کر ندا دیتے ہیں کہ یا معشر قریش ! (اے گروہِ قریش) اور نام بہ نام ایک ایک قبیلے کو پکارتے جاتے ہیں

۱- یہ دونوں روایتیں فتح الباری باب الوقوف میں مذکور ہیں ۔ خود حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری باب حجۃ الوداع میں یہی تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ زمانہٴ جاہلیت کا ہے ۔ ملاحظہ ہو ، ص ۸۲ ، ج ۸ ، طبع میریہ مصر ۔

یا بنی فہر؟ یا بنی عدی - آواز کی دیر تھی کہ لوگ ہر طرف سے اُمنڈتے چلے آئے - اگر کوئی اتفاقاً رہ گیا تو اپنی طرف سے قاصد بھیجا کہ دیکھ کر آئے کیا واقعہ ہے - ابولہب آیا ، قریش جمع ہوئے ، غرض ہر خاندان کے سر برآوردہ لوگ موجود تھے - اب آنحضرت نے خطاب فرمایا ''اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ دامنِ کوہ میں سواروں کا دستہ موجود ہے جو تم پر غارت گری کرنا چاہتا ہے تو تم کو میرا یقین آئے گا ؟'' اس کے جواب میں قریش کے اس عظیم الشان مجمع سے متفقہ طور پر صرف ایک ہی صدا بلند ہوئی ،

قالوا نعم ماجربنا علیک الا صدقا[1] ،

(ترجمہ) کیوں نہیں ، ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے -

۲- سنہ ۲ ہجری کا واقعہ ہے حضرت سعد بن معاذ جو انصار کے قبیلے خزرج کے رئیس و افسر تھے ، عمرہ کی غرض سے حرم میں حاضر ہوتے ہیں اور امیہ بن خلف کے مہمان ہیں کیونکہ امیہ بھی جب کبھی سفرِ شام پر جاتا اور مدینہ سے گزرتا تو انھیں کے یہاں مہمان ہوتا تھا - قریش کی مخالفت زوروں پر ہے - امیہ کو ڈر ہوا کہ مبادا کوئی سر برآوردہ قریشی انھیں دیکھ لے تو آمادۂ فساد ہو ، اس لیے حضرت سعد سے کہنے لگا ذرا دوپہر آ لینے دو ، لوگ اس وقت غافل ہوں گے ، پھر میں بھی ساتھ چلوں گا - چنانچہ خلوت کا موقعہ تلاش کرکے خانہ کعبہ میں حاضر ہوتے ہیں - سعد ابھی طواف ختم کرنے نہیں پاتے کہ ابوجہل اچانک آ موجود ہوتا ہے - پوچھتا ہے کہ یہ کون ہے جو کعبہ کا طواف کر رہا ہے؟ سعد اپنا نام بتاتے ہیں - ابوجہل کہتا ہے ''آہا کیسا نڈر ہو کر کعبے کا طواف کر رہے ہو حالانکہ تم نے محمد اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دے رکھی ہے -'' اب آپس میں جھگڑا بڑھ جاتا ہے - امیہ سعد کو سمجھاتا ہے کہ ابوالحکم (یہ ابوجہل لعین کی کنیت ہے) پر زور سے نہ چلّاؤ - یہ اہلِ وادی کا سردار ہے - سعد ابوجہل سے کہتے ہیں ''خدا کی قسم ! اگر تو نے مجھے بیت اللہ کے طواف سے روکا تو

۱- صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ''قولہ وانذر عشیرتک الاقربین'' سورۃ تبت یدا -

میں تیرا شام کی تجارت کا راستہ روک دوں گا ۔ امیہ پھر سعد کو سمجھاتا ہے کہ زور سے نہ بولو ۔ امیہ بار بار روکتا جاتا ہے ۔ آخر سعد کو غصہ آ جاتا ہے ، اسی غصے میں زبان سے نکل جاتا ہے ''امیہ بس رہنے دے ، میں نے محمدؐ سے سنا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ تجھے قتل کریں گے ۔ امیہ پوچھتا ہے ''مجھ کو ؟'' سعد فرماتے ہیں ''ہاں تجھ کو'' بے ساختہ امیہ کے منہ سے نکلتا ہے :

واللہ ما یکذب محمدؐ اذا حدث ۔

(ترجمہ) خدا کی قسم ! محمدؐ جب کوئی بات کہتے ہیں تو غلط نہیں کہتے ۔

چنانچہ امیہ سیدھا گھر آتا ہے ، بیوی سے کہتا ہے ''تجھے کچھ پتا بھی ہے اس یثربی دوست نے مجھ سے کیا کہا ہے؟'' بیوی دریافت کرتی ہے ''کیا کہہ دیا'' کہنے لگا ''ان کا خیال ہے کہ انھوں نے محمدؐ سے یہ سنا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دے گا ۔'' بیوی بھی فوراً بول اٹھتی ہے :

فواللہ ما یکذب محمد ۔

(ترجمہ) خدا کی قسم ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو جھوٹ نہیں کہتے ۔ اب امیہ عہد کرتا ہے :

واللہ لا اخرج من مکہ

(ترجمہ) خدا کی قسم ! میں مکہ سے باہر قدم ہی نہ نکالوں گا ۔

تھوڑے ہی دن گزرنے پاتے ہیں کہ کفار جنگ پر نکلتے ہیں ۔ اب لشکر کشی کی ہر طرف پکار ہے مگر امیہ ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا ۔ ''فکرہ امیة ان یخرج'' آخر ابوجہل آتا ہے اور اسے بلطائف الحیل اپنے ساتھ لے چلنے پر آمادہ کرتا ہے ، خوشامدیں کرتا ہے :

انک من اشراف الوادی فسربنا یوما او یومین ۔

(ترجمہ) تم سرداران مکہ میں سے ہو ، ایک دو روز ہی کے لیے ہمارے ساتھ چلے چلو ۔

یا ابا صفوان انک و متی یراک الناس قد تخلفت و انت سید الوادی

تخلفوا معک ۔

(ترجمہ) اے ابو صفوان (یہ اُمیہ کی کنیت تھی) جب لوگ تمہیں دیکھیں گے ، تم لشکر سے رہے جاتے ہو حالانکہ تم وادی کے سردار ہو ، تو وہ بھی سب تمہارے ساتھ رہ جائیں گے ۔

آخر ابوجہل نے جب اسے ہر طرح مجبور کر دیا تو امیہ کہتا ہے :

اما اذاغلبتنی فواللہ لاشترین اجود بعیر بمکۃ ۔

(ترجمہ) اچھا جب تم کسی طرح نہیں مانتے اور مجھے مجبور ہی کرتے ہو تو پھر میں بھی مکہ میں جو سب سے بہتر اونٹ ہوگا وہ خریدوں گا تا کہ راہ سے جلدی واپس آ سکوں ۔

بیوی سے آ کر کہتا ہے : ام صفوان (امیہ کی بیوی کی کنیت) میرا سامانِ سفر تیار کرو ۔ بیوی کہتی ہے :

یا ابا صفوان أنسیت ما قال اخوک الیثربی ۔

(ترجمہ) اے ابو صفوان ! کیا اپنے یثربی دوست کی بات بھول گئے ؟

جواب دیتا ہے :

لا وما ارید ان اجوز معھم الا قریبا ۔

(ترجمہ) نہیں تو ۔ میرا ارادہ تو ان کے ساتھ بس تھوڑی دور جانے کا ہے ۔

اور بادلِ نخواستہ جب چار و ناچار اسے نکلنا ہی پڑتا ہے تو ہر منزل پر پہنچ کر اپنے اونٹ کو باندھ دیتا ہے کہ اب آگے نہیں جانا ہے ۔

۳۔ دشمنِ خدا ابوجہل ، آنحضرتؐ سے کہا کرتا تھا ''ہم تمہیں جھوٹا نہیں سمجھتے لیکن جو دین تم لے کر آئے ہو اس کو جھٹلاتے ہیں ۔''

قرآن مجید کی یہ آیۂ مبارکہ اسی موقع پر نازل ہوئی ہے :

قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک و لکن الظلمین بایٰت اللہ یجحدون ۔

(ترجمہ) ہم جانتے ہیں ان کافروں کی باتیں آپ کے لیے رنج دہ ہیں ، سو تم کو نہیں جھٹلاتے ، بلکہ یہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار

کرتے ہیں ۔

اس حدیث کو ترمذی ، ابن جریر ، ابن ابی حاتم ، ابو الشیخ ابن مردویہ اور حاکم سب نے نقل کیا ہے ۔ حاکم نے مستدرک میں اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے ۔[1]

۴۔ قاضی عیاض نے 'شفاء' میں لکھا ہے اخنس بن شریق جنگ بدر کے دن ابوجہل کے پاس آیا اور کہنے لگا ''ابوالحکم ! یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی اور نہیں جو گفتگو سن سکے ۔ اچھا اب بتاؤ محمد صادق ہیں یا کاذب ؟'' ابوجہل کہتا ہے ۔

واللہ ان محمدا لصادق ما کذب محمد قط ۔[2]

(ترجمہ) خدا کی قسم ! محمد یقیناً سچے ہی ہیں ۔ انہوں نے کبھی غلط بیانی نہیں کی ۔

۵۔ صلح حدیبیہ کا زمانہ ہے اور قریش سے معاہدہ ہو چکا ہے ۔ ابوسفیان (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) اور دیگر کفار قریش تجارت کی غرض سے شام آتے ہیں ۔ اسی زمانے میں آنحضرت کا نامۂ مبارک قیصر روم کے پاس پہنچتا ہے ۔ قیصر کو اصلی حالات معلوم کرنے کی جستجو ہے ۔ حکم دیتا ہے کہ عرب کا کوئی شخص مل سکے تو لے آؤ ۔ حسب الحکم ابوسفیان تجار عرب کے ساتھ حاضر دربار کیے جاتے ہیں ۔ قیصر بڑے ساز و سامان سے دربار سجاتا ہے ۔ تخت کے چاروں طرف بطارقہ ، قسسین اور رہبان کی صفیں قائم ہیں ۔ ترجمان حاضر ہیں ۔ قیصر کفار قریش سے مخاطب ہو کر پوچھتا ہے ''تم میں اس مدعی نبوت کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے'' ابوسفیان کہتے ہیں ''میں'' قیصر حکم دیتا ہے ''اس کو میرے پاس لے آؤ اور اس کے ساتھیوں کو بلا کر اس کے پیچھے بٹھا دو اور کہہ دو کہ میں اس مدعی نبوت کے متعلق اس شخص سے کچھ معلوم

۱۔ تفسیر فتح القدیر از قاضی شوکانی ، ج ۲ ، ص ۱۰۷ ، طبع مصر ۔
۲۔ الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ ، ص ۶۰ طبع بریلی ۱۳۸۶ع ۔

کرنا چاہتا ہوں ۔ اگر یہ میرے سامنے کوئی غلط بیانی کرے تو تم اس کی تکذیب کرنا'' ابوسفیان کا بیان ہے :

فواللہ لولا الحیاء من ان یاثروا علی کذبا لکذبت عنہ ۔

(ترجمہ) بخدا اگرچہ مجھے یہ شرم نہ ہوتی کہ میرے ساتھی بعد کو اور لوگوں سے میرے جھوٹ کو نقل کر دیں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا ۔

اب قیصر ابوسفیان سے آنحضرتؐ کے متعلق دریافتِ احوال شروع کرتا ہے ۔ اور اسی سلسلے میں یہ بھی پوچھتا ہے :

فھل کنتم تتھمونہ بالکذیب قبل ان یقول ما قال ۔

(ترجمہ) اس دعوے سے پہلے کبھی تم نے اس کی نسبت جھوٹ کا بھی تجربہ کیا ہے ؟

ابوسفیان کہتے ہیں ''لا'' (نہیں) ۔ قیصر دریافت کرتا ہے ''فھل یغدر'' (کبھی عہد و پیمان کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے) ابوسفیان جواب دیتے ہیں ''لا'' ۔ (نہیں) آخر میں قیصر نے جو تقریر کی اس میں اسے کہنا پڑا ''میں نے تم سے پوچھا کہ تم نے کبھی غلط بیانی کا تجربہ کیا ؟'' تم نے کہا نہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ جو شخص آدمیوں پر جھوٹ نہیں بول سکتا وہ خدا کے متعلق کیسے جھوٹ بول سکتا ہے ۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا وہ بد عہدی کرتا ہے ؟ تم نے کہا نہیں ۔

و کذلک الرسل لاتغدر ۔

(ترجمہ) پیغمبروں کی یہی شان ہے کہ بدعہدی نہیں کرتے ۔

جو کچھ تم نے بیان کیا اگر یہ سچ ہے تو میری قدم گاہ تک اس کا قبضہ ہو جائے گا ۔ قیصر اور ابوسفیان میں بڑی تفصیلی گفتگو ہوئی تھی ، یہ پوری گفتگو صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں منقول ہے اور بجز ابن ماجہ کے سب اربابِ صحاح نے نقل کی ہے ۔ بخاری اور مسلم نے کتاب المغازی میں ، ابو داؤد نے کتاب الادب میں ، ترمذی نے کتاب الا ستیذان میں ۔ صحیح بخاری میں یہ روایت مطولاً و مختصراً چودہ جگہ

مذکور ہے اور نسائی نے تفسیر میں اس کو روایت کیا ہے ۔[1]

دوستوں کا بیان : یہ کفار کی وہ شہادتیں ہیں جو انھوں نے اس وقت دیں جب کہ وہ آپؐ کے خون کے پیاسے تھے ۔ اب ان لوگوں کی شہادتیں سنیے جو بعثت سے پہلے آپ کے ہر طرح ہمدم و ہمنوا تھے اور جنھوں نے خلوت و جلوت میں ہر طرح آپ کو دیکھا اور پرکھا تھا ۔

۱۔ بیوی سے بڑھ کر انسان کے اخلاق کا رازدان دنیا میں اور کون ہو سکتا ہے ؛ جو زندگی کی ساتھی ، تنہائی کی انیس اور اندر کی ہر ایک چیز سے واقف اور باخبر ہوتی ہے ۔ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو نبوت سے پہلے پندرہ سال آپ کی خدمت زوجیت میں گزار چکی ہیں ، آغاز وحی میں آپ کو کس طرح تسلی دیتی ہیں :

کلا واللہ ما یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم و تصدق الحدیث و تحمل الکل و تکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق ۔

(صحیح بخاری بدء الوحی کتاب التفسیر و کتاب التعبیر ۔ و صحیح مسلم کتاب الایمان) ۔

(ترجمہ) ہرگز نہیں ، اللہ کی قسم ! خدا آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا ، آپ صلہ رحم کرتے ہیں ، سچ بولتے ہیں ، عاجزوں کا بار اٹھاتے ہیں ، جو چیز دوسری جگہ نہ مل سکے وہ آپ عطا کر دیتے ہیں ، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں ، حق کی حمایت کرتے ہیں ، مصیبتوں میں کام آتے ہیں ۔

☆ ☆ ☆

۱۔ ملاحظہ ہو عینی شرح بخاری ، ج ۱ ، ص ۹۸ ، طبع استنبول ۔